ماہ اگست میں متحدہ عرب جمہوریہ کی مجلس اعلیٰ للشئون الاسلامیہ کے سکرٹیر عام جناب محمد توفیق عویضہ کی دعوت پر ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈائرکٹر ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے تقریباً دو ہفتے مصر میں گزارے۔ اس دوران میں موصوف نے اپنی تقریروں، بیانات اور اخبار نویسوں سے ملاقاتوں میں دنیائے اسلام کے بارے میں پاکستان کے اس موقف کی بار بار وضاحت کی اور اس بات پر زور دیا کہ پاکستان جب تمام مسلمان ملکوں کو باہم متحد ہونے کی دعوت دیتا ہے، تو اس سے اُس کا مقصد عرب ملکوں کے اتحاد کی مخالفت کرنا نہیں ہوتا۔ روزنامہ الاخبار (قاہرہ) مورخہ ۲۴ اگست ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کے ایک بیان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

ان باكستان حكومة وشعبا تقف على استعداد تام لخوض المعركة المقدسة الى جانب اخوانهم العرب وان الوحدة العربية خطوة كبيرة فى سبيل الوحدة الاسلامية.

(اس میں شک نہیں کہ پاکستان کی حکومت اور اس کے عوام اس مقدس معرکہ میں اپنے عرب بھائیوں کے پہلو بہ پہلو شامل ہونے کے لیے پوری طرح تیار ہیں اور یہ کہ عرب اتحاد اسلامی اتحاد کی طرف ایک بہت بڑا قدم ہے)

اس بیان میں روزنامہ "الاخبار" کے الفاظ میں ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی کہا

آن الوقت ليقف المسلمون فى جميع انحاء العالم جبهة واحدة حتى تكون وحدة مؤثرة فى العالم للحفاظ على كل شبر من بلادنا المقدسة

(اب وقت آگیا ہے کہ دنیا کی تمام اطراف میں مسلمان ایک متحدہ محاذ بنائیں تاکہ ہم دنیا میں ایک مؤثر وحدت ہوں اور اس طرح اپنے مقدس علاقوں کی ایک ایک بالشت زمین کی حفاظت کرسکیں۔)

آج یہ سوچنا کہ مسلمان ملکوں کی قومی وحدتوں کو ختم کرکے ہی اسلامی اتحاد کی عمارت اٹھائی جاسکتی ہے، بہت بڑی غلطی ہے۔ بدقسمتی سے انقلاب اکتوبر سے پہلے عام طور پر پاکستان کا یہی موقف تھا، یا عالم اسلامی میں اسے اس موقف کا علم بردار مانا جاتا تھا۔ اس وجہ سے پاکستان کے بارے میں بہت سے اسلامی ملکوں میں طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلیں اور ہمارے

حریفوں نے اس سے بڑا فائدہ اٹھایا، افسوس ناک بات یہ ہے کہ اب بھی ہمارے ہاں بعض ایسی تنظیمیں ہیں، جو بیرونِ پاکستان مسلمان ملکوں کی قومی وحدتوں بالخصوص عرب قومیت اور عرب اتحاد کی مخالفت کرتی ہیں اور اُن کی اِن سرگرمیوں کی وجہ سے تمام مسلمان ملکوں اور خاص کر عرب ملکوں کے قوم پرست طبقوں میں جن کی وہاں ایک مؤثر آواز ہے، پاکستان بدنام ہوتا ہے۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے اپنے مصر کے قیام کے دوران میں ان غلط فہمیوں کو بہت حد تک دور کر دیا۔ اور مسلمانوں کی قوم پرست تحریکوں کے بارے میں پاکستان کا جو موقف ہے۔ اس کی نہایت واضح الفاظ میں صراحت کر دی۔

ترکی ایران اور پاکستان کا "علاقائی تعاون برائے ترقی" اگر مفید اقدام ہے۔ اور اس کے مفید ہونے سے کسے انکار ہوگا تو ایک ہی خطے میں آباد عرب ملکوں کا عرب قومیت کے رشتے سے متحد ہونا کیوں قابلِ مذمت ہو؟ اور جو پاکستانی اسلام کے نام سے عرب قومیت اور اس کے اتحاد کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور وہ بھی بیرونی ملکوں میں، تو ظاہر ہے وہ پاکستان کے حق میں کوئی اچھا نہیں کرتے۔

امید ہے ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب کی ان تصریحات کے بعد مصر کے ذمہ دار حلقے پاکستان کے بارے میں اس قسم کی غلط فہمیوں کے شکار نہیں ہوں گے۔

مسلمان ملکوں کی زندگی کی تشکیلِ نو میں اسلام سے کیا رہنمائی مل سکتی ہے؟ ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے اس پر بھی روشنی ڈالی۔ "الاخبار" نے اس سلسلے میں لکھا ہے کہ موصوف نے اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے کہا

ان قيمنا النابعة من ديننا خالدة ويجب الاستفادة بها في حياتنا السياسة والاقتصادية والاجتماعية۔

(ہماری وہ قدریں جو ہمارے دین سے پھوٹتی ہیں، ابدی ہیں۔ اور ہمیں اپنی سیاسی اقتصادی اور اجتماعی زندگی میں ان سے استفادہ کرنا چاہیئے)

جو موصوف نے مڈل ایسٹ نیوز ایجنسی (انباء الشرق الاوسط) کے نمائندے کو دیا۔ المساء نے لکھا ہے کہ عالم اسلامی کی سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی آزادیوں کے حصول میں اتحاد اسلامی کیا کردار ادا کر سکتا ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے اس پر بحث کرتے ہوئے کہا۔

ان هذا التضامن يملأ قلب كل مسلم في جميع اقطار العالم وان الحرية الاقتصادية للاقطار الاسلامية مطلب ملح وضروري لا يقل عن تحقيق الحرية السياسية لنصل الى تحقيق الحرية الاجتماعية للشعوب الاسلامية ....

(اور یہ اتحاد اسلامی دنیا کے تمام ممالک کے مسلمانوں کے دلوں میں پوری طرح جاگزیں ہے۔ اور یہ کہ مسلمان ممالک کی اقتصادی آزادی جو سیاسی آزادی سے کچھ کم اہم نہیں ایک ضروری مقصد ہے اور ان دونوں آزادیوں کے بعد ہی مسلمان اقوام اجتماعی آزادی کی منزل تک پہنچ سکتی ہیں۔)

ڈاکٹر صاحب نے عرب دنیا سے جس تک قاہرہ کے اخبارات باسانی پہنچتے ہیں۔ ادارہ تحقیقات اسلامی راولپنڈی کا بھی تعارف کرایا۔ ادارہ کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا۔

ان المعهد اقيم بنص في الدستور الباكستاني ومهمته

البحث في التاريخ الاسلامي على ضوء القرآن والسنة

استخراج القيم الخالدة منذ العصور الاولى في الاسلام وتطبيقها في حياتنا الآن.

مراجعة القوانين التي تصدر في باكستان ومدى مسايرتها للشريعة الاسلامية

نشر الكتب والمجلات والابحاث الاسلامية بمختلف اللغات (الاخبار ۴ اگست)

(یہ ادارہ پاکستان کی آئین کی ایک دفعہ کے تحت قائم کیا گیا ہے۔ اور اس کے مقاصد یہ ہیں۔ قرآن اور سنت کی روشنی میں تاریخ اسلامی کا مطالعہ و بحث۔ عہد اوّل سے لے کر اب تک اسلام کا جو ورثہ ہے۔ اس سے ابدی قدروں کا استنباط و استخراج اور ان قدروں کی اپنی آج کی زندگی پر تطبیق۔ پاکستان میں جاری ہونے والے قوانین پر غور و فکر اور انہیں شریعت

کے مطابق کرنا۔ مختلف زبانوں میں کتابیں، رسائل اور تحقیقی مقالے شائع کرنا)

۴ راگست کے روزنامہ "الجمہوریۃ" نے ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی ایک اخباری کانفرنس کا ذکر کرتے ہوئے موصوف کا یہ فقرہ نقل کیا ہے۔

ان پاکستان تؤمن بضرورة الوحدة العربیة و ترى انها خطوة كبیرة نحو سبیل الوحدة الاسلامیة الكبرى۔

(پاکستان اتحاد عرب کی ضرورت کو تسلیم کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ عظیم اسلامی وحدت کی طرف ایک بڑا قدم ہے)

اس اخبار نے ۹ اگست کی اشاعت میں مجلس اعلیٰ للشئون الاسلامیۃ کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے ایک اجتماع (ندوۃ اسلامیۃ) کا ذکر کیا ہے۔ جس میں ڈاکٹر صاحب نے تقریر کی، اخبار لکھتا ہے :۔

حضرها لفیف من علماء الازهر و اساتذة الجامعات وعشرة آلاف من الطلبة الوافدین۔

اس اجتماع میں کچھ علماء ازہر اور یونیورسٹیوں کے پروفیسر اور دس ہزار باہر سے آئے ہوئے طلبہ شریک ہوئے اس اجتماع کی ۱۰ اگست کے 'الاہرام' نے خبر دیتے ہوئے لکھا :۔۔۔۔

وقال ان عزة العرب قوة الاسلام الذی یرى انه لا فضل لابیض على زنجی الا بالتقوى والعمل الصالح۔

(ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے) کہا کہ عربوں کی عزت و وقار میں اسلام کے لیے قوت ہے اور اسلام وہ ہے جو گورے کے لیے حبشی کے مقابلے میں تقویٰ اور عمل صالح کے بغیر کوئی فضیلت نہیں سمجھتا۔

مصر کے دوران قیام میں ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے وہاں کے اسلامی علمی و تحقیقی اداروں اور ادارہ تحقیقات اسلامی راولپنڈی کے درمیان علمی تعاون پر بھی گفتگوئیں کیں۔ اور اس پر زور دیا کہ مسلمان ملکوں کے اس قسم کے اداروں کو مل جُل کر تحقیقی کام کرنا چاہیے۔

تجدد اور قدامت کی بحث بہت پرانی ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ جب سے اس دنیا میں انسانی زندگی کا سفر شروع ہوا ہے۔ یہ بحث اس وقت سے چلی آتی ہے، تو غلط نہ ہوگا۔ اب دقت یہ ہے کہ ایک تو تجدد اور قدامت کی تعریف بڑی مشکل ہے۔ ایک ہی زمانے میں بعض طبقے جسے تجدد کہتے ہیں۔ وہ بعض دوسرے طبقوں کے نزدیک قدامت ہے، دوسرے یہ کہ ایک وقت میں جو تجدد کے علم بردار مانے جاتے ہیں، کچھ عرصہ گزرنے کے بعد نئی نسلیں انہیں قدامت پسند قرار دیتی ہیں۔ اور اس طرح مشہور ضرب المثل کے مطابق کل کا باغی آج وفاداروں کی فہرست میں شامل

اس بحث سے قطع نظر کہ تجدد کیا ہے اور قدامت کیا؟ ۔ اور یہ کہ جو حضرات ادارہ تحقیقات اسلامی کو تجدد کا داعی قرار دے کر اس کے خلاف اپنی برہمی کا اظہار کرتے ہیں، خود ان کو علمائے کرام کی ایک کثیر تعداد تجدد بلکہ "انحراف دین" میں کس حد تک ملوث دیکھتی ہے، ہم اس ادارہ کے منہاج اور مقصد پر کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

کسی مسلمان کے لیے قرآن مجید اور اس طرح رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے انکار یا ان سے انحراف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ باقی رہا ان کی تعبیرات و تشریحات میں اختلاف رائے، تو یہ صدیوں سے چلا آرہا ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس اختلاف رائے کو امت کے لیے رحمت کے بجائے تفرقہ، انتشار اور آخر میں خود نفی امت بننے سے روکنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ قرآن و سنت کی جو بھی تعبیر و تشریح ہو، اس کی آخری عملی سند امت یا امت کے بڑے حصے کی تائید و تصدیق تسلیم کی جائے۔ اس سے ایک تو تعبیر و تشریح کا اختلاف محض نظری نہیں رہے گا۔ دوسرے عمل کے دائرے میں آکر محدود ہو جائے گا، اور واقعہ یہ ہے کہ جہاں نظری بحثیں زیادہ تر وجہ نزاع بنتی ہیں، وہاں عملی اختلافات کو کم کرتا ہے۔

یہ ادارہ چاہتا ہے کہ امت کے فکر و عمل کی اساس معنوی اور محرک اخلاقی قرآن و سنت ہو، اور ان کی جو بھی تشریح و تعبیر ہو، جیسا کہ چودہ صدیوں سے ہو رہی ہے، اس کی حاکم، مہیمن اور آخری سند خود امت ہو نہ کہ اس کا کوئی مخصوص فرقہ یا اس فرقے کا کوئی مخصوص طبقہ یا اس مخصوص طبقے کی کوئی خاص جماعت جو اپنے آپ کو "جماعت اسلامی" کہتی ہے۔

اگر اس نقطہ نظر کو قبولیت عامہ مل جائے، تو اس سے مندرجہ ذیل نتائج نکلنے کی توقع ہو سکتی ہے

(۱) قرآن و سنت کی تعلیمات کا زور عمل پر ہو گا۔ انفرادی اور اجتماعی ہر دو عمل پر۔ اس سے ذہنی و نظری نزاعات کم ہوں گے۔

(۲) فرقوں کے بجائے امت کا تصور آگے آئے گا۔ اور ہر رائے دینے والے کے سامنے اس کی اپنی جماعت یا فرقہ نہیں، بلکہ پوری امت ہو گی۔

(۳) اسلام ایک مؤثر عملی اور صرف مسلمان قوموں کے لیے نہیں بلکہ تمام نوع انسانی کے لیے پیغام حیات بنے گا، جیسا کہ وہ دراصل ہے۔

(آخری صفحہ دیکھئے)